تفسیر سورة الاخلاص

عبدالرحمن طاهر سورتی

قل ھو اللہ احد * اللہ الصمد * لم یلد ولم یولد * ولم یکن لہ کفوا احد ۔
ترجمہ :۔ کہہ دیجئے، وہ اللہ یکتا ہے، اللہ ہی صمد ہے، نہ اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور اس کا کفو کوئی نہیں ہے ۔

اس سورة میں اللہ کی صفت وحدانیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بے ھمتا و یکتا اور منفرد ہے ۔ توحید کا یہ تصور انسانی ذھن کو اوھام و خرافات سے صاف کرکے اللہ کی ذات کا وہ خالص تصور بخشتا ہے جس میں کوئی شخصیت اس کی شریک نہیں رھتی ۔ اس سورة کو "اخلاص" اس لئے کہا گیا کہ یہ شرک سے نجات دے کر انسان کو خالص توحید کا درس دیتی ہے اور ان تمام طاقتوں کو جو اللہ کے مقابلہ میں لائی جاتی ھیں، محکوم و مغلوب قرار دے کر مقام الوھیت سے ھٹا دیتی ہے ۔

شرک جس طرح فرد کی عظمت کا دشمن ہے، اسی طرح وہ پورے انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کی راہ روک کر اسے علم و فکر اور غور و تدبر سے دور کرکے فرسودہ رسوم کا پابند بنا دیتا ہے ۔ نظریہ توحید انسان کو اپنے اور اللہ کے مقام سے باخبر کر کے اسے بلند مقصد کے حصول کے لئے صراط مستقیم

پر کنٹرول کر دیتا ہے ۔ اور انسان کائنات کو مسخر کرتا ہوا اپنی ذات، معاشرہ اور کائنات کو حسین بنانا چلا جاتا ہے ۔

یہ سورۃ مکی ہے : اور اس کے سبب نزول کے بارے میں روایت ہے کہ بعض عربوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کا نسب نامہ کیا ہے اور اس کی ذات و صفات کیا ہیں ؟ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی، لیکن مفتی محمد عبدہ لکھتے ہیں کہ ان کے سوال کرنے پر اس سورۃ کا نزول موقوف نہ تھا، درحقیقت توحید کی یہ تعلیم تو ایسی بنیادی حیثیت رکھتی تھی کہ جسے اختصار و کمال کے ساتھ ایک سورۃ میں بیان کرنا نہ صرف اہل مکہ یا اہل کتاب کی، بلکہ عالم انسانیت کی بھی بنیادی ضرورت تھی، جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ پورا کیا گیا ہے ۔(۱)

اس سورۃ میں نہایت اختصار سے توحید کا وہ پہلو بیان کیا گیا ہے جس میں اکثر انسان غلطی کرکے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں :

یہ تصور کہ اللہ تنہا کائنات کے نظم و نسق کو نہیں چلا سکتا، بلکہ اسے مددگاروں کی ضرورت ہے تو پھر یقیناً وہ مختلف امور میں ان کا سہارا لیتا ہوگا، لہذا کیوں نہ ہم ان سہاروں سے رجوع کر کے اپنی ضرورتیں پوری کرلیں ۔

یقیناً اللہ خیر ہے، عدل ہے اور نور، لہذا کائنات میں موجود شر، ظلم اور تاریکی کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا، شر پر کسی اور طاقت کا اقتدار ہوگا، اس طرح یزداں و اہرمن کا تصور پیدا ہوا، شر سے بچنے کے لئے شر پر قدرت رکھنے والی طاقت سے اور خیر طلب کرنے کے لئے سر چشمہ خیر سے مدد لی جائے ۔

دنیا میں ہر چیز کے وجود کا تعلق علت و معلول سے جوڑ دیا گیا ہے ، اللہ کیونکر بے سبب وجود میں آسکتا ہے؟ اس کا بھی ضرور آگے پیچھے کوئی ہونا چاہئے۔ اسے بھی تو اپنے دوام و بقاء کے لئے نسب کی ضرورت ہوتی ہو گی؟

یہ اور اس قسم کے تصورات جو کسی بڑی سے بڑی طاقتور شخصیت کے بارے میں انسانی ذہن سوچ سکتا تھا، عام ہو رہے تھے، اور توحید کا وہ ثبوت جو کائنات کی ہر شے بہم پہنچا رہی تھی، انسانی فکر سے اوجھل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ جس کے باعث انسانیت بلندی سے پستی کی طرف لڑھکتی چلی جا رہی تھی۔

لوگ یہ تو مان لیتے ہیں کہ آسمان و زمین اور کائنات کا خالق خدا ہے، لیکن پھر وہ زمین و آسمان کے انتظام میں دوسروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ کے بارے میں ان کا تصور ناقص ہے۔ یہی وہ لغزش گاہ شرک ہے جہاں اکثر لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت اور طاغوت سے اجتناب کی ہدایت کرتا ہے۔ ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل : ۳٦) شرک کی پر پیچ صورتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ان الشیطن یجری من ابن آدم مجری الدم : یعنی شیطان انسان کے رگ و پے میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (۲)

اے کہ ندانی خفی را از جلی ھشیار باش
اے گرفتار ابوبکر و علی ھشیار باش

قرآن مجید کی تعلیمات کا ماحصل سورۃ الفاتحہ پیش کرتی ہے اور سورۃ الفاتحہ کا نچوڑ ’’لا الہ الااللہ،، میں ہے، یہی وہ بنیادی کلمہ ہے جس

پر کائنات کے نظام کا انحصار ہے اور جس کی شہادت کائنات کا ذرہ ذرہ رھا ہے۔ اور ھمیں حکم دیا گیا ہے کہ مشاھدہ و تجربہ کے بعد علم کے ذر اس کلمہ کی تصدیق کریں، فاعلم انه لا اله الا الله (محمد : ۱۹)

سورۃ اخلاص کی فضیلت سے متعلق متعدد احادیث مروی ھیں :- ایک حدیث کے بموجب :

عن ابی سعیدالخدری ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : والذی نف بیده انها لتعدل ثلث القرآن(۳)

ابو سعید خدریؓ رسول الله صلی الله علیه وسلم سے روایت کرتے کہ آپؐ نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے ھاتھ میں میری جان ہے، سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

اس کی تشریح یوں کی گئی کہ قرآن مجید کے تین بنیادی موضوع ھ توحید، رسالت، اور معاد اور یہ سورۃ ان میں سے ایک موضوع توحید سے مت ھونے کی وجہ سے ثلث القرآن کہلائی۔

مفتی محمد عبدہ لکھتے ھیں : یہ سورۃ آنحضرت صلی الله علیه وسلم پیغام کے اھم رکن پر مشتمل ہے، آپؐ کے پیغام کے تین ارکان ھیں : تو و تنزیہہ، ۲۔ صالحات اور اس کے بالمقابل اعمال کو بیان کر کے عمومی ح مقرر کرنا، اور یہی شریعت ہے۔ ۳۔ بعد مرگ جی اٹھنے اور ثواب و عقاب بدلہ پانے پر نفس کی کیفیات و احوال کا ذکر، چنانچہ پہلا رکن توحید تنزیہہ ہے، تاکہ اس کے ذریعہ عرب و عجم کو شرک و تشبیہ کی تا سے نکالا جائے ،یہی اصل ایمان اور رکن ارکان ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا کہ الله نے لوگوں کے لئے جو عقیدہ لازمی قرار دیا ہے اس کی تعلیم اور پ

رسالت کی تکمیل کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی ۔(۳)

علماء کے ایک طبقے نے ''ثلث قرآن،، کی تاویل میں کہا ہے کہ قرآن مجید کے تین بنیادی موضوع ہیں : توحید، رسالت اور معاد، لیکن ہمارے خیال میں قرآن مجید کی بنیادی تعلیم توحید ہے ۔ یہی توحید دنیا و آخرت کی سعادت اور فلاح و کامیابی کی ضامن ہے ۔ توحید ہی اسلام کی وہ بنیادی تعلیم ہے جو تمام آسمانی تعلیمات میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے ، اور یہی وہ قدر مشترک ہے جس پر اتفاق کرنے کے لئے تمام ادیان الٰہی کے پیروؤں کو ''قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم،، (آل عمران : ۶۴) کی دعوت دی گئی ہے ۔ یعنی اے اہل کتاب ! آؤ ہم سب ایک ایسے کلمہ پر اتفاق کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر تسلیم کیا جاتا ہے ۔

اسی آیت کریمہ میں آگے چل کر اس کلمہ کی تفسیر میں توحید کے تین بنیادی پہلوؤں کا بیان ہے ۔

۱ ۔ ان لانعبد الا اللہ.

۲ ۔ ولا نشرک بہ شیئا.

۳ ۔ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ.

یہاں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، یعنی کسی ذات میں یہ قوت نہ مانی جائے کہ وہ اشیاء کو تخلیق کر کے انہیں فطرت و سرشت بخشتا ہے، ان کے لئے ایسے قوانین وضع کرتا ہے جن کی وہ پابند ہوتی ہیں ۔ ہم تو صرف اللہ کے عطا کردہ خواص اور اس کی بخشی ہوئی فطرت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ یہ قوانین فطرت، کائنات کی ہر شے کو دئے گئے ہیں ۔ انہیں جاننا ان کے مطابق بننا اور ان سے استفادہ کرنا فطرت الٰہی سے ہم آہنگی اور اللہ کی عبادت ہے ۔ اللہ تعالی نے جس طرح جمادات، نباتات

و حیوانات میں مختلف خواص رکھے ہیں، جنہیں انسان مشاہدہ و تجربہ اور ع
کے ذریعہ معلوم کرتا جاتا ہے، اسی طرح اس نے انسانوں کی فطرت اور معاش
کے لئے اصول و ضوابط بنائے ہیں ان کا ذکر کتاب اللہ میں موجود ہے جو د
بینا سے کبھی اوجھل نہیں رہ سکتا، ان اصولوں کو معلوم کرنا اور ان
مطابق عمل کرنا عبادت ہے، الغرض توحید کا اولین مقام یہ ہے کہ ہم اللہ
سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

توحید کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم کسی چیز کو اللہ کی صفات م
شریک نہ کریں، اس کی صفات کا ایسا بلند تصور پیدا کریں، جو اللہ کی شان
لائق ہے۔

توحید کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ دین کا سر چشمہ صرف اللہ کی ذات
اور کسی انسان کو حق نہیں کہ وہ ہماری دینی آزادی کو سلب کرے، ا
اللہ کی بخشی ہوئی وسیع حدود کو تنگ کرے، حکام، علماء یا رہبان اپنی طا
کے بل پر انسانوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور نہ کریں۔ شرک کا یہ پ
صرف حکام کے ذریعہ ہی تکمیل نہیں پاتا تاآنکہ ان کی تائید میں علماء د
بھی شامل نہ ہوں کیونکہ یہی طبقہ اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں
من عند اللہ کہہ سکتا ہے۔(۵)

قل ھو اللہ احد :

سورۃ کی اس پہلی آیت میں ذات باری تعالیٰ کا اسم علم ''اللہ'' متد
ہو رہا ہے، اور اس کی صفت احدیت بیان کی جا رہی ہے، احد سے مراد وہ ذ
ہے جو یکتا و منفرد ہے اور کوئی چیز ذات و صفات میں اس سے ملتی ج
نہ ہو۔ ''لیس کمثلہ شئی'' تفسیر ابن کثیر میں ''احد'' کی شرح یوں ہے

الواحد الذی لانظیر له ولا وزیر له، ولا ندله ولا شبیه ولا عدیل، ولایطلق الا علی الله عزوجل لانه الکامل فی جمیع صفاته وافعاله .(۶)

ایک جس کا نه کوئی نظیر هو نه وزیر (معاون و مددگار) نه برابر کا نه اس سے ملتا جلتا، نه اس کی جوڑی کا، اور اس لفظ کا اطلاق الله عزوجل کے سوا کسی پر نہیں هوتا اس لئے که وهی اپنی جمله صفات اور اپنے تمام اعمال میں کامل هے۔

امام راغب نے لکھا هے که ''احد،، جب بطور وصف استعمال هو تو سوائے الله کے کسی اور کے لئے استعمال نہیں هوتا، تمام قوالین کا سر چشمه صرف اسی ایک کے هاتھ میں هے، اور یہی چیز مشرکین کے لئے باعث تعجب تھی اور وہ کہتے تھے ۔ اجعل الالٰهة الها و احد ان هذا لشیٔ عجاب .

یہاں یه بات پیش نظر رهے که وهی ذات جو بلاشرکت غیر کائنات کا نظام چلارهی هے اور هر چیز کو اس کی فطرت کے مطابق نشوونما دے کر انتها کو پہنچا رهی هے، تنها اس قابل هے که اس سے لگاؤ اور محبت کی جائے۔ اور بقیه تمام محبتیں اس کی تابع بنا دی جائیں، والذین آمنو اشد حباالله۔ ایک دل هو اور کئی محبتوں میں گرفتار، تو اس سے فکر میں پراگندگی اور خیال میں انتشار پیدا هوگا، جس کا نتیجه مسلسل بے چینی و بے قراری اور بے عملی کی صورت میں ظاهر هوگا۔

تفسیر اقبال :

علامه اقبال نے 'اسرار خودی و رموز بے خودی، کے اواخر میں ''خلاصه مطالب مثنوی، در تفسیر سورۂ اخلاص (از صفحه ۱۸۱ تا ۱۹۳) ''قل هو الله احد،، کے تحت لکھا هے که میں نے خواب میں حضرت ابوبکرؓ سے اپنی

پریشانی کا مداوا معلوم کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا : تم اپنا مداوا اور آب و تاب سورۃ اخلاص سے حاصل کرو، کائنات میں جو حرکت و حرارت اور رنگ بو ہے، وہ سب کچھ اسرار توحید ھیں، تم خود بھی توحید کے رنگ میں رنگے جاؤ اور اس کے جمال کے عکس بن جاؤ۔ مسلم نام رکھ کر تمھیں دوئی سے وحدت کی طرف لایا گیا ہے ، لیکن افسوس ! تم ایک نہ رہے، علاقائی اور قومی تعصب نے تمھیں ترک و افغان بنا دیا ہے ۔ ان خود ساختہ ناسوں کی اسیری سے رھا ھو جاؤ اور اپنی وحدت کو پارہ پارہ نہ کرو، تم ایک کے بندے ھو، دوئی کا سبق پڑھنا چھوڑ دو، اپنے اندر سے بھی دوئی کو نکال دو. . . تم نے ایک ملت کو سو ملتوں میں بانٹ کر اپنے قلعہ پر خود ھی شبخون مارا ہے ۔ تم ایک ھو جاؤ اور توحید کو اپنے عمل سے مشہود بنالو، توحید کا جو پہلو غائب ہے اسے بھی عمل سے پیدا کرو، کیونکہ لذت ایمانی عمل سے نشوونما پاتی ہے اور جو ایمان عمل سے خالی ھو وہ مردہ ہے .

اللہ الصمد :

تفسیر مجاھد میں ''صمد،، کے پہلے معنی ھیں : وہ سردار جس کی سرداری آخری حدود تک پھیلی ھوئی ھو، دوسرے معنی ھیں ٹھوس اور بھرا ھوا، جس میں خلا اور کھوکھلا پن نہ ھو، تیسرے معنی ھیں وہ ذات جو نہ کسی کو جنے اور نہ اسے جنا گیا ھو اور جس کا کوئی ھمسر نہ ھو، یعنی ''الصمد،، کے آگے جو عبارت :۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد ہے، یہ الصمد کی تفسیر ہے ۔

وہ مقتدر سردار جس کے پاس لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرانے کے لئے پہنچیں، ھر چیز جس کی محتاج ھو، اور جس کے احسانات و حکیمانہ کاریگری سے ھر چیز متاثر ھو لیکن وہ کسی کا مرھون منت نہ ھو، اختیارات اور قوتوں کا وہ مالک جس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ ھوسکے اور جس کے حکم میں

کوئی شریک نہ ہو، وہ غنی جو ہر کام خود کر لے اور دوسرے اپنے تمام کاموں میں اس کے محتاج ہوں۔(۷)

وہ ذات جس سے قضاء حاجات میں رجوع کیا جائے، یا وہ ذات جو ہر مخلوق کی رعایت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہو اور اس کی طرف متوجہ رہے اور مخلوق کا اس کے بغیر نہ کام بنتا ہو نہ نظام قائم رہتا ہو جبکہ وہ ذات دوسروں سے بے نیاز و مستغنی ہو حتی کہ اپنی بقاء کے لئے وہ کھانے پینے کا بھی محتاج نہ ہو۔(۸) نہ اس میں کسی دوسری چیز کے داخل ہونے کا امکان ہے نہ وہ کسی خارجی شے کا محتاج ہے۔

صمد کے معنی سدا باقی رہنے والا، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جو مشکلات اور آفات میں مرجع بنے، سرداری، بزرگی اور شرف کی جملہ اصناف میں کمال تک پہنچنے والا بااختیار سردار، حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں:- وہ ذات جو ہر ایک سے مستغنی و بے نیاز ہو، اور جس کی ہر ایک کو ضرورت ہو اور ہر ایک اس کا محتاج ہو، خوشی کے مواقع ہوں یا مصائب کی گھڑیاں، دونوں میں وہی مرجع اور اسی سے مدد طلب کی جائے، ذات کامل جو ہر عیب، نقص اور خامی سے پاک ہو، جو چاہے کرے، سخت اور ٹھوس جس میں خطا نہ ہو۔(۹) پکھتال نے اس کا مفہوم ایسی ذات کئے ہیں جس کی شروع سے انسانیت متلاشی ہے۔

صمد کا لفظ قرآن مجید میں اس سورۃ کے سوا کسی اور جگہ استعمال نہیں ہوا، اس لفظ نے اللہ کی جبروت و عظمت کو جس طرح اپنے اندر سمو لیا ہے یقیناً اسی کا وزن ہے، جس نے اس مختصر سی سورۃ کو گرانقدر اور عظیم مرتبہ بخشا ہے، ایک صحابی نے جب اسے چھوٹی سی سورۃ سمجھتے ہوئے

کم مرتبہ سمجھا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ سورۃ ثلث قرآن کا وزن رکھتی ہے۔ ایک روایت میں آپصلعم سے مروی ہے کہ اس سورۃ کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔ (۱۰) بلاشبہ اللہ کی صمدیت سے اس کی قدرتوں کے کمال کے بعد ذات باری تعالیٰ کی انفرادیت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔

تفسیر اقبال :

علامہ اقبال اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں : بندۂ حق صمد سے دل لگا کر حدود و اسباب سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس کی زندگی روز و شب کے چکر میں مقید نہیں رہتی۔ مسلم غیر اللہ سے بے نیاز ہوکر پوری دنیا کے لئے سراپا خیر بن جاتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں پر اکتفا کرتا ہے، دوسروں کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا، اپنے سامنے حضرت علیؓ کی مثال رکھتا ہے جو نان جویں کھا کر خیبر شکن تھے، وہ اپنی بے سایگی، کمزوری اور بے بال و پری میں بھی اپنی خودی کا نگہبان ہوتا ہے۔ وہ مرد آزاد خود کو غیر ضروری پابندیوں سے گرانبار نہیں کرتا۔ ''اقلل من الدنیا تعش حرا،، اس کا ورد ہوتا ہے، اور اس کی غیرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو فائدہ تو پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن غیر اللہ سے مدد کی کوئی توقع نہیں رکھتا، استغناء کی وجہ سے مرد مسلم جو ''اللہ الصمد،، کا زبانی قائل نہیں بلکہ ''تخلقوا باخلاق اللہ،، پر عمل کرتے ہوئے اپنے اندر صفت صمدیت کو اس درجہ اپنا لیتا ہے کہ بقول بو علی :

پشت پازن تخت کیکاؤس را　　سر بدہ از کف مدہ ناموس را

علامہ اقبال غیوری و بے نیازی کی مثال امام مالکرحہ سے دیتے ہیں جو علم دین اور حدیث رسول اللہصلعم کا درس مدینہ منورہ میں دیتے تھے، خلیفہ وقت

ھارون الرشید نے انہیں عراق کے دارالخلافت بغداد، بڑی تنخواہ پر بلایا تو انھوں نے خلیفہ کی اتالیقی کی پیشکش نا منظور کرتے ہوئے کہا: میں خادم رسولؐ ہوں، خاک مدینہ کو بوسہ دینا میری زندگی کا سبب ہے، یہاں کی رات میرے لئے عراق کی صبح سے زیادہ خوشگوار ہے۔ میں بندۂ آزاد ہوں، تمہاری آقائی مجھے تسلیم نہیں، اگر تمہیں علمی استفادہ مطلوب ہے تو یہاں میرے حلقہ درس میں بیٹھ کر استفادہ کرو۔

مرد مسلم کا یہ استغناء اور اس کی غیرت و بے نیازی کا یہ مقام صمدیت ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں اور اپنی قوتوں کو نشوونما دیتا اور ان سے پورا پورا کام لیتا ہے ، وہ دوسروں کے ساز و آواز کا نقال اور زندانی افکار غیر نہیں ہوتا، اپنی کھیتی کو اپنی کوششوں سے سیراب و بار آور بناتا ہے، وہ غیروں کے بادہ و جام سے اپنی بزم آراستہ نہیں کرتا، اس کے انتخاب کا معیار اپنا ہوتا ہے، اپنی تراش خراش اور اپنا فیشن، مسلم اپنے اصول و آداب پر اس طرح پابند ہوتا ہے کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں واپس تشریف فرماہوں تو وہ اپنے پروانوں کو پہچان لیں، اس کا دل اس اندیشہ سے دھل جاتا ہے کہ کہیں میرا آقاؐ مجھے پہچاننے سے انکار نہ کردے۔

لم یلد ولم یولد :

کسی نے عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا اور کسی نے حضرت مسیح کو اور بہت سے لوگوں نے فرشتوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ھیں۔ پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیدا ہونے والے سے پہلے کوئی دوسرا ہے، لہذا وہ قدیم نہیں بلکہ محدث ہے، پیدا ہونے والا اپنے وجود کے لئے دوسرے کا محتاج ہے، اور یہ صمدیت کے خلاف ہے، پھر جب وہ کسی ذریعہ سے پیدا ہوا تو اس کی صفات میں دوسرے بھی شامل ہوئے جن سے ورثہ میں ایسے یہ صفات ملی ہوں، لہذا اس کے ہم جنس اور شبیہ نہ ہونے کی نفی ہوگئی اور

وہ نہ قدیم رہا نہ اسے اولیت حاصل ہوئی۔

اگر اس کی کوئی اولاد ہے تو پھر بیوی بھی ہوگی، اور وہ فرد جو ا
جوڑے کے بغیر کامل نہ ہو اسے کامل فرد نہیں کہا جا سکتا۔ غرضیکہ
آیت اللہ کی ذات بے مثال اور اس کی فردیت کے کمال کو نہایت زوردار اا
میں بیان کر رہی ہے، توالد اور تناسل کا رجحان دراصل فردیت کی ضد ـ
فردیت کے کمال کا تقاضا ہے کہ خود اس میں بھی اس کے شبیہ و مثل کا وہ
نہ ہو جو اس سے جدا ہوکر اس جیسا بن جائے، بھلا وہ فرد کیونکر کامل
کہلاسکتا ہے جو خود اپنے اندر اپنے جیسے متعدد افراد رکھتا ہو۔ حقیقتاً
کامل وہ ہوگا جس سے توالد و تناسل کا واسطہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ قر
مجید میں جابجا اللہ کے بیٹے ہونے کی پرزور تردید ملتی ہے، ایک جگہ فرمایا

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا . لقد جئتم شیئا ادا . تکاد السموات یتفطرن
و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا . ان دعوا للرحمن ولدا . (مریم
۸۸ - ۹۱)

''اور انھوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بھی رکھا ہوا ہے، یہ تو نہایت نا
الزام ہے، اس قول سے تو آسمانوں کے ٹوٹ پڑنے اور زمین کے پ
پڑنے اور پہاڑ کے ڈہ جانے کا امکان ہے۔ اس بات پر کہ وہ اللہ کے
ہونے کا اعلان کرتے ہیں''۔

غور فرمائیے اللہ کے بیٹے ہونے کے امکان سے کائنات کا نظام درھم بر
ہونے کا امکان ہے، یعنی اس دعوے سے لازم آتا ہے کہ کائنات کسی ا
نظام اور سنت اللہ کا اتباع نہیں کرتی بلکہ اس کے بہت سے قوانین فطرت
جو ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں، لہذا کسی علم پر اعتماد مم
نہیں ہوگا، ایک ہی قسم کے مشاہدات و تجربات سے جدا گانہ نتائج نکلیں

اور علم بے معنی شے ہوجائے گی، آسمانوں اور زمین کے بندھن ڈھیلے پڑ جائیں گے اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کا بیٹا بتانے والوں کے حق میں تنبیہ و تردید کا سخت لہجہ اختیار کیا گیا۔

تفسیر اقبال:

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ اقبال یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ امت مسلم کو رنگ و نسل کے اعتبار سے بالاتر ہوکر دین ابراہیمی کی پیروی میں اصول کا پابند ہونا چاہئے، اس کی دوستی اور دشمنی کا معیار حق و انصاف اور اصول کی پابندی ہونا چاہئے، کوئی سیاہ فام اگر اصول پرست اور حق کا ساتھ دینے والا ہے تو اس پر ہزار ظالم سفید فام نثار کئے جاسکتے ہیں، اسلام اپنے اصول اپنانے والوں کو حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح اپنے ملک و قوم اور آباء واجداد سے بے نیازی کا سبق دے کر ''ابن اسلام،، کا رشتہ استوار کراتا ہے، اس کی نظر میں رنگ و وطن اور نسل و نسب کا تعصب اخوت دین میں رخنہ پیدا کردیتا ہے اور اس کی جڑیں سر زمین اسلام میں جگہ نہیں پاسکتیں۔

مسلم کے عشق رسولؐ کی مثال ابن مسعودؓ سے دیتے ہوئے جنہوں نے اپنے ایک بھائی کی وفات پر رو رو کر اپنی جان نڈھال کرلی کہ وہ دیدار نبیؐ سے محروم ہوگیا جب کہ میری آنکھ نور دیدار سے روشن ہے، علامہ اقبال اس عشق کے رشتہ کو محکم کرنے کی تلقین فرماتے ہیں کہ یہی اصل حیات واصل دین ہے اور جو ملک و نسب کے بندھنوں میں اسیر ہے وہ 'لم یلد ولم یولد، کے مفہوم سے بے خبر ہے۔

ولم یکن لہ کفوا احد:

امام راغب لکھتے ہیں کہ ''کفو،، کا لفظ قدر و منزلت، قابلیت و صلاحیت، منصب و مرتبت، شادی بیاہ اور مناکحت، جنگوں میں حصہ لینے اور اس قبیل

کے دوسرے کاموں میں مساوات و همسری کا مقابلہ کرنے اور ٹکر لینے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس طرح گویا دو ایک قسم کی صلاحیت و قدرت اور قوت رکھنے والے ایک دوسرے کے هم رتبہ و هم پلہ، همسر اور برابر کے یعنی ایک دوسرے کے کفو ہونگے۔

کسی اعتبار سے ایک دوسرے کا مثل و شبیہ خواہ وہ منصب و مرتبہ میں هو یا قوت و قدرت میں، شکل و صورت میں هو یا رنگ و نسل، جنس و نسب میں هو یا پیشہ میں، وہ ایک دوسرے کے لئے کفو هوں گے۔ امام مجاهدرح نے کفو کے معنے بیوی بھی کئے هیں۔ لیکن تفسیر ابن کثیر میں کفو کی تفسیر امام مجاهد سے اس طرح ہے:

لیس له من خلقه نظیر یسامیه او قریب یدانیه، تعالی و تقدس و تنزه.
اس کی مخلوق میں کوئی اس کا نظیر نہیں جو اس سے بازی لگائے، نہ کوئی عزیز و قریبی هے جو اس سے مقابلہ کرے، بلند اور مقدس و پاکیزہ هے وہ ذات.

یعنی: اس کی ذات و صفات، اعمال و افعال اور وجود اپنا مثیل نہیں رکھتا، ذات باری تعالی کی یہ صفات جو اس سورۃ میں بیان هوئیں، اللہ کے بارے میں وہ معلومات فراهم کرتی هیں جن سے عقیدۂ توحید میں لغزش کے بنیادی سبب کی نشاندهی هوتی هے۔

تفسیر تستری میں هے کہ سورۃالاخلاص دراصل انسان کو اپنی بے مایگی اور افلاس کی خبر دیتی هے اور جسے اپنی بے سروسامانی اور کمزوری و احتیاج کا علم هوجائے تو وهی حق پر هے۔

جیسا کہ هم اوپر بیان کر آئے هیں توحید هی اصل دین و ایمان، اور خلاصہ تعلیمات قرآن هے، تفسیر کشاف میں زمخشری سوال کرتے هیں: ,,یہ سورۃ باوجود اختصار کے تمام قرآن کے برابر کیوں هوئی؟ پھر جواب دیتے هوئے کہتے

ھیں، کوئی چیز کسی وجہ سے عزت و مرتبہ پاتی ہے، اور اس سورۃ کو یہ بلند مقام اس لئے ملا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی صفات، اس کے عدل و توحید کی جامع ہے۔،، آگے چل کر وہ لکھتے ھیں :۔ علم معلوم کے تابع ھوتا ہے اس کے شرف سے شریف، اور اس کے گھٹیا پن سے سطحی ھوتا ہے، اور اس علم کا معلوم اللہ تعالی اور اس کی صفات ھیں، نیز یہ کہ کونسی صفات اللہ کے لئے روا ھیں اور کونسی ناروا، ظاھر ہے کہ اس جہت سے اس علم کو بلند و برتر مقام حاصل ہے۔ یاد رہے جو اسے معمولی تصور کرتا ہے، وہ اپنی کور ذوقی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ پھر وہ لکھتے ھیں :۔ اس سورۃ کا نام ''اساس،، (بنیاد) ہے اس لئے کہ یہ اصول دین پر مشتمل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی ہے،

اسست السموات السبع والارضون السبع علی قل ھو اللہ احد ۔

میں نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی اساس قل ھواللہ احد پر رکھی ہے ۔

یعنی ان سب کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ یہ سورۃ ، اللہ کی جو توحید اور صفات بیان کر رھی ہے، تمام مخلوقات اس کا ثبوت ھیں ۔(۱۱)

اس سورۃ پر امام زمخشری کا یہ تبصرہ کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں، بس ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ھم کائنات اور اس کے نظام پر توجہ دے کر اللہ کی وحدانیت کے معترف بن جائیں ۔

تفسیر اقبال

اس آیت کریمہ کے مطالب کا خلاصہ اقبال کے ھاں یہ ہے کہ مسلمان کو بلند پروازی اور بالانشینی میں ایسا مقام حاصل کرنا چاھئے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکے، وہ اپنے پروردگار کی نعمتیں حاصل کرے اور پھر وہ انھیں دوسروں تک پہنچائے۔

امت مسلمہ دیگر اقوام میں بے ہمتا اور منفرد اس وقت ہوسکتی ہے
وہ اپنا رشتہ ذات بے ہمسر سے قائم کرلے، جس کا اللہ والی ہو، دنیا میں
عظمت کا کون شریک ہو سکتا ہے ؟

مومن بالائے ہر بالا ترے
غیرت او بر نتابد ہمسرے

بحر و بر کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اس کی اطاعت سے منہ نہ
سکتی کہ وہ خدائے عزوجل کا بندہ ہے، اس کا لا و الا باطل شکن و معا
ہے اور یہی خیر و شر اور معروف و منکر کا پیمانہ ہے۔

اس کائنات کا حسین نغمہ، عدل و انصاف کا ترانہ، جود و سخا کی بوا
ان سب کا سرچشمہ مومن ہی کی ذات ہے، مومن کا قہر و غضب بھی ا
کے لئے لطف و کرم ہوتا ہے۔ اس کی جنگ بدی کو ختم کرنے کے لئے
کا مظہر ہے اور ''الا،، خیر اور معروف کی اقامت کے لئے اس کا ترجما
وہ اپنے سامنے زندہ قرآن حکیم کی تعلیمات رکھتا ہے اور اسی لئے ذلت و
اور جہل و ناداری اس کے پاس نہیں پھٹکتی۔

حواشی

۱۔ تفسیر جزعم، محمد عبدہ، ص ۱۷٦۔
۲۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۰۹۔
۳۔ زادالمسیر لابن الجوزی بحوالہ بخاری مسلم، تفسیر سورۃ الاخلاص۔
۴۔ تفسیر جزء عم، محمد عبدہ : ۱۷٦۔
۵۔ دیکھئے جملہ عربی و اردو تفاسیر میں مذکورہ آیت کی تفسیر۔
٦۔ دیکھئے سورۃ اخلاص کی پہلی آیت کی تفسیر۔
۷۔ دیکھئے، تفسیر مجاھد، تفسیر زادالمسیر لابن الجوزی، تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب۔
۸۔ تفسیر کشاف، از زمخشری و تفسیر تستری۔
۹۔ تفسیر قرطبی۔ تفسیر سورۃ الاخلاص۔
۱۰۔ تفسیر قرطبی۔
۱۱۔ تفسیر کشاف: زمخشری۔ تفسیر سورۃ الاخلاص